تاریخ اسلام کے دو متضاد پہلو: تعلیمات نبوی کی روشنی میں ایک موازنہ

*زبیر احمد خان

Abstract

The History of Islam encompasses a period of nearly 15 centuries. In this long period Muslim Ummah gone through many phases. At one time they are politically stable and played an active role in politics and social construction. Their political power eclipsed other world powers. At that time muslim world observed integrity and prosperity and played vital role in international affairs. While on other times it become so weak and fragile that they were overpowered by other world power, their cities were destroyed, millions of Muslims killed ruthlessly and properties confiscated and they were defenseless. There adverseries do whatever they want to harm them. However Muslims claim that we are the true followers of Allah and his religion and Allah promised to assist us but why Allah do not help them when they were targetted by their adverseries on certain points of History. In this essy a humble attempt has been made to compare the two phases of Islamic History in the light of Quran and Muslim behaviour.

مسلم قوم آج جس کرب اور کسمپرسی کے دور سے گزر رہی ہے اس سے کسی کو اختلاف نہیں۔ تمام مسلم دانشور اور اہل نظر لوگ اس زبوں حالی کے اسباب وعوامل پر غور کرتے رہے ہیں اور اسکے تدارک کی مختلف تدابیر پیش کرتے رہے ہیں۔ اس مقالے میں بھی مسلم تاریخ کے دو ادوار کا جائزہ لیا گیا ہے جو بظاہر متضاد نظر آتے ہیں۔ اس مقالے میں انہی دو ادور کا موازنہ کر کے مسلمانوں کی ترقی اور تنزلی کے اسباب پر غور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تعارف

اسلامی تاریخ ۱۴۵۰ سال پر محیط ایک ضخیم تاریخ ہے جس میں مسلم امت کئی ادوار سے گزری ہے۔ کبھی تو مسلمانوں کے ساتھ اللہ کی کھلی مدد و نصرت ہوتی ہے اور وہ عزت و رفعت کے بامِ عروج پر ہوتے ہیں اور قوت و طاقت میں بے مثال ہوتے ہیں جن سے بڑی بڑی طاقتیں ٹکرانے سے بچتی ہیں اور انکے حملے کے ڈر سے لرزتی رہتی ہیں اور کبھی مسلمان ایسے زوال پزیر ہوتے ہیں کہ یقین نہیں آتا یہ وہی امت ہے۔ کبھی تو تایید غیبی انکے ساتھ ہوتی ہے اور ہر ہر قدم پر وہ اللہ کی نصرت سے بہرہ ور ہوتے ہیں یہاں تک کہ اللہ فرشتے انکی مدد کے لئے اتار دیتا ہے اور اگر ایک مسلمان کو بھی دشمن شہید کر دے تو اسکی

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، انڈیا

پاداش میں اللہ پوری قوم سے انتقام لیتا ہے اور پورے کے پورے قرئے کو ہلاک کر دیتا ہے اور کبھی لاکھوں مسلمانوں کو بے دریغ قتل کر دیا جاتا ہے ہزاروں مسلمانوں، صلحاء اور دانشوروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے، ہزاروں مساجد، مراکز، خانقاہیں، شہر مسمار کر دئے جاتے ہیں اور مسلمانوں کو اللہ کی مدد نہیں پہنچتی اور دشمن کی ہلاکت تو درکنار ایک کانٹا بھی اسکو نہیں چبھتا۔ تو ان دو ادوار میں کیا فرق ہے اور کیا اسباب و عوامل ہیں جن کے پورا ہونے سے اللہ مسلمانوں کی مدد کرتا ہے اور جنکے چھوٹنے سے مسلمان اللہ کی تائید سے محروم کر دئے جاتے ہیں۔ اس مقالے میں انہیں اسباب و عوامل پر غور کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

پہلا دور

پہلا دور وہ ہوتا ہے جس میں اللہ مسلمانوں سے راضی ہوتا ہے اور مسلمانوں کے ساتھ ہر وقت اللہ کی مدد ہوتی ہے۔ اللہ انکے دشمن کو ہلاک کرتا ہے اور مسلمانوں کو غالب کرتا ہے۔ سارے انبیاء کے واقعات اسی کے شاہد ہیں پھر حضور ﷺ اور صحابہؓ کی فتوحات میں بھی یہی رنگ دکھائی دیتا ہے اسکے علاوہ قرآن میں کچھ غیر انبیاء جیسے حبیب نجار، اصحاب القدود وغیرہ کے واقعات بھی اسی طرح کے ہیں۔ یہ سب لوگ باطل کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر تھے زیادہ تر انبیاءؑ کے پاس نہ حکومت تھی، نہ فوج، نہ ہتھیار نہ ٹیکنالوجی تھی جبکہ باطل کے پاس حکومت تھی، فوجیں تھیں، ہتھیار تھے، ٹیکنالوجی تھی لیکن جب انہوں نے ایمان والوں پر حملہ کیا یا انکو مغلوب کرنے کی کوشش کی تو اللہ کی مدد فوراً ایمان والوں کے ساتھ آگئی۔ اسکے بے شمار واقعات قرآن و سیرت اور اسلامی تاریخ میں موجود ہیں۔ اس دور میں اللہ لوگوں کو ایمان سے نوازتا ہے اور اسلام پھیلتا ہے، مسلمانوں کی تعداد دن بہ دن بڑھنے لگتی ہے اور ایک دن اسلام غالب ہوتا ہے اور مسلمانوں کی حکومت قائم ہوتی ہے اور انکو زمین کا وارث اور امام بنا دیا جاتا ہے جیسا کہ حضور ﷺ مکے میں اکیلے کھڑے ہوئے دھیرے دھیرے اسلام پھیلنے لگا سارے لوگ مسلمان ہوگئے اور دشمن ہلاک ہوگئے اور ۲۳ سال میں پورا عرب اسلام کے آغوش میں آگیا، اسی طرح ابراھیمؑ اپنے زمانے میں واحد مسلمان تھے اور نمرود کی طاقت کے سامنے اکیلے کھڑے ہوئے اللہ نے انکی ملت کو اتنا بڑھایا کہ آج بھی تینوں آسمانی مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام انکو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور نمرود سپر پاور ہونے کے باوجود ہلاک ہوا، اسی طرح نوحؑ، ھودؑ، صالحؑ، لوطؑ، موسیٰؑ و عیسیٰؑ وغیرہ نے اپنی

اپنی قوم میں اکیلے کھڑے ہوئے، گو وہ اپنے دشمن کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر تھے اللہ نے انکی مدد کی اور انکے دشمنوں کو مغلوب کیا۔ اسی طرح حبیب نجار اور اصحاب الاقدود والے لڑکے کے واقعات بھی بتاتے ہیں، یہ تو نبی بھی نہیں تھے لیکن اپنی اپنی قوم میں اکیلے یہ مٹھی بھر مسلمان تھے لیکن جب قوم نے انکے خلاف اقدام کیا تو حبیب نجار کی قوم کو تو ہلاک کیا گیا اور اصحاب القدود کی پوری قوم کو ہدایت مل گئی۔ اسی طرح حبیب نجار کی قوم کو بھی جب ہلاک کیا گیا تو اس قریے میں بھی بہت سے بوڑھے، عورتیں اور بچے ہو گے لیکن اللہ نے کسی کو نہیں چھوڑا۔

جنگ بدر میں بھی مسلمان ۳۱۳ تھے اور مقابلے پر کیل کانٹے سے لیس ۱۰۰۰ مکے والے تھے لیکن اللہ نے مسلمانوں کو غالب کیا اور باقاعدہ انکی مدد کے لئے فرشتے اترے۔ اسی طرح جنگ احد، خندق، فتح مکہ، حنین میں اللہ نے مدد کی اسکے بعد بھی صحابہؓ کے دور میں حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانے کے بے شمار فتوحات اسکی گواہ ہیں۔ بلکہ بعض دفعہ تو اللہ نے ایسی مدد کی کہ صحابہؓ بھی نہیں سمجھ پائے کہ یہ کیا ہوا۔ چنانچہ تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ ایک مہم میں صحابہؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی سرکردگی میں ایران کے شہر 'ویہ اردشیر' کے قلعے کا محاصرہ کیا تو قلعے کے بادشاہ نے اپنے ایلچی کو قلعے کی دیوار پر صحابہ سے گفت شنید کے لئے بھیجا۔ ایلچی نے قلعے کی دیوار پر آکر مسلمانوں کو بادشاہ کی طرف سے صلح کی پیش کش کی تو ایک صحابی ابو مفزراسود بن قطبہؓ آگے بڑھے اور بادشاہ کے ایلچی کے سامنے کھڑے ہوئے اور اس سے ایک ایسی زبان میں بات کی کہ نہ وہ خود جانتے تھے کہ کیا کہہ رہے ہیں اور نہ ان کے ساتھی! حقیقت میں وہ فارسی زبان نہ جاننے کے باوجود بادشاہ کے ایلچی سے فارسی میں بات کر رہے تھے۔ بادشاہ کا ایلچی ابو مفزرؓ کی باتوں کو سننے کے بعد واپس چلا گیا اور تھوڑی ہی دیر میں لوگوں نے دیکھا کہ ایرانی سپاہی تیزی کے ساتھ قلعہ چھوڑ رہے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا قلعہ خالی ہو گیا، تو مسلمانوں نے ابو مفزرؓ سے پوچھا کہ تم نے ایلچی سے کیا کہا کہ وہ قلعہ چھوڑ گئے۔ ابو مفزرؓ نے جواب میں کہا: قسم اس خدا کی جس نے محمد ﷺ کو بھیجا ہے، مجھے خود بھی معلوم نہیں کہ میں کیا کہہ رہا تھا! صرف اس قدر جانتا ہوں کہ خود بخود میری زبان پر کچھ کلمات جاری ہوئے۔ امید رکھتا ہوں جو کچھ میں نے کہا ہو گا وہ ہمارے فائدے میں ہو گا۔ اسکے بعد مسلمان قلعے میں داخل ہوئے اور کچھ بے یارو مددگار لوگ رہ گئے تھے ان میں سے ایک سے پوچھا کہ وہ لوگ قلعہ چھوڑ کر کیوں فرار ہو گئے۔ انھوں نے جواب میں

کہا: بادشاہ نے تم سے جنگ کی راہ ترک کر کے صلح کرنے کا پیغام بھیجا تھا۔ لیکن تم لوگوں نے جواب میں کہا تھا" ہمارے درمیان تب تک ہرگز کوئی معاہدہ نہیں ہو سکتا جب تک ہم افریدون علاقہ کا شہد اور سرزمین کوثی کا چکوترانہ کھالیں !" بادشاہ نے آپ کا پیغام سننے کے بعد کہا: افسوس ہو ہم پر! ان کی زبان سے فرشتے بولتے ہیں !! اس کے بعد وہ یہاں سے دور ترین شہر کی طرف فرار ہو گئے[1]۔

اسی طرح کی تاریخ عقبہ بن نافع کی ہے۔ مفتی محمد تقی عثمانی زیر عنوان "عقبہ بن نافعؓ اور ان کی فتوحات" لکھتے ہیں جسکا مفہوم یہ ہے کہ: شمالی افریقہ میں جب عقبہ بن نافع کی سرکردگی میں دس ہزار افراد پر مشتمل اسلامی فوجیں مصر کو فتح کرنے کے بعد تیونس پہنچیں تو حضرت عقبہ نے بربریوں کے ساتھ رہنے کے بجائے مسلمانوں کے لئے الگ شہر بسانا مناسب سمجھا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے گھنے جنگل میں ایک جگہ کا انتخاب کیا تو انکے ساتھیوں نے کہا کہ یہاں اس جگہ تو جنگلی جانور اور حشرات الارض سے بھرا ہوا ہے، یہاں شہر کیسے بسایا جا سکتا ہے۔ لیکن حضرت عقبہ کے نزدیک یہی جگہ سب سے مناسب تھی اس لئے انہوں نے اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کیا بلکہ اپنے لشکر میں سے صحابہ کو اکٹھا کیا جن کی تعداد ۱۸ تھی حضرت عقبہ نے انکے ساتھ مل کر دعا کی اور اسکے بعد یہ آواز لگائی: "اَیَّتُھَا السِّبَاعُ وَالْحَشَرَاتُ نَحْنُ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسلم اِرْحَلُوْا عَنَّا فَاِنَّا نَازِلُوْنَ فَمَنْ وَّ جَدْنَاہُ بَعْدَ قَتَلْنَاہُ" اے درندو اور کیڑو! ہم رسول اللہ کے اصحاب ہیں۔ ہم یہاں بسنا چاہتے ہیں لہذا تم یہاں سے کوچ کر جاؤ۔ اس کے بعد تم میں سے جو کوئی یہاں نظر آئے گا ہم اسے قتل کر دیں گے۔

اس اعلان کا نتیجہ کیا ہوا؟ امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ: "فَلَمْ یَبْقِ مِنْھَا شَیْئٌ اِلَّا خَرَجَ ھَارِباً حَتیٰ اَنَّ السِبَاعَ تحمل اَوْلادھا" ان جانوروں میں سے کوئی نہیں بچا جو بھاگ نہ گیا ہو۔ یہاں تک کہ درندے اپنے بچوں کو اٹھائے لے جارہے تھے۔

اس کے بعد عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے جنگل کاٹ کر یہاں شہر بسایا جسکا نام قیروان رکھا گیا، وہاں جامع مسجد بنائی اور اسے شمالی افریقہ میں اپنا مستقر قرار دیا۔ اسکے بعد حضرت معاویہؓ نے اپنے دورِ حکومت میں انہیں معزول کر دیا اور وہ شام میں آباد ہو گئے بعد میں یزید کے دور میں انہیں دوبارہ افریقہ کا گورنر بنا دیا گیا اس لئے حضرت عقبہ نے قیروان سے آگے اپنی پیش قدمی جاری رکھنے کا ارادہ کیا تو روانگی سے پہلے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی: میں اپنی جان اللہ تعالیٰ کو فروخت کر چکا ہوں

لہذا اب (مرتے دم تک) اللہ کا انکار کرنے والوں سے جہاد کر تا رہوں گا، اسکے علاوہ اور بھی نصیحتیں کیں۔ چنانچہ انہوں نے اس بار الجزائر اور تلسمان وغیرہ کے علاقے فتح کئے اور مراقش میں اسلامی جھنڈا لہرایا بالآخر وہ افریقہ کے انتہائی مغربی ساحل پر اٹلانٹک کے کنارے پہنچے جسے اسفی کا مقام کہا جاتا ہے اور اٹلانٹک کے سامنے کھڑے ہو کر انہوں نے وہ تاریخی جملے کہے کہ: "**یارب لولا هٰذا البحر لمفیت فی البلاد مجاهداً فی سبیلك**" پروردگار! اگر یہ سمندر حائل نہ ہوتا تو میں آپ کے راستے میں جہاد کرتا ہوا اپنا سفر جاری رکھتا۔ اسکے بعد انہوں نے اپنے ساتھیوں کو بلایا اور اپنے گھوڑے کے پیر اٹلانٹک میں ڈالے اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی" یا اللہ! میں غرور و تکبر کے جذبے سے نہیں نکلا اور تو جانتا ہے کہ ہم اسی سبب کی تلاش میں ہیں جس کی آپ کے بندے ذوالقرنین نے جستجو کی تھی اور وہ یہ ہے کہ بس دنیا میں تیری عبادت ہو اور تیرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ اے اللہ! ہم دین اسلام کا دفاع کرنے والے ہیں تو ہمارا ہو جا اور ہمارے خلاف نہ ہو۔ یاذوالجلال والاکرام"[2]۔

دوسرا دور

دوسرا دور وہ ہوتا ہے جس میں اللہ مسلمانوں سے ناراض ہوتا ہے اور مسلمانوں کی انکے دشمنوں کے خلاف مدد نہیں کرتا چاہے دشمن کتنی بھی سرکشی پر اترا ہوا ہو یہاں تک کہ اللہ والے اور نیک لوگ بھی اسکے ظلم و ستم سے نہیں بچتے۔ اس دور میں مسلمان پریشان رہتے ہیں کیونکہ اللہ کی مدد انکے پاس نہیں آتی اور دشمنوں کے خلاف ہر محاذ پر انکو شکست ہوتی ہے حالانکہ مسلمان بڑی تعداد میں ہوتے ہیں اور انکی بڑی بڑی حکومتیں قائم ہوتی ہیں، بظاہر مسلمان بڑے خوشحال ہوتے ہیں لیکن دشمن آسانی سے انکی شان و شوکت کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ تاریخ میں بے شمار ایسے واقعات بھی ملتے ہیں۔ ہندوستان میں اور اسپین میں مسلمانوں نے ہر دو جگہ تقریباً ۸۵۰ سال حکومت کی لیکن جب دشمن نے ان پر حملہ کیا تو اللہ کی مدد نہیں آئی مسلمانوں کی بستیوں کو لوٹ لیا گیا، اسپین میں انکو یہ حکم دیا گیا کہ یہ تو عیسائی ہو جائیں یہ ملک سے نکل جائیں جو لوگ ملک سے نکل گئے وہ راستوں میں لوٹ لئے گئے جو رہ گئے تھے وہ بظاہر عیسائی ہو گئے تو انکو خنزیر کا گوشت کھلا کر دیکھا جاتا تھا کہ آیا یہ سچے دل سے عیسائی ہوئے ہیں یا نہیں، انکی نوجوان لڑکیوں کو غیر مسلم لوگ ماں باپ کے سامنے سے ہاتھ پکڑ کر لیجاتے تھے اور ماں باپ روتے رہ جاتے تھے اس زمانے کے ایک عربی شاعر ابو البقاء صالح بن شریف الرندی الاندلسی نے باقاعدہ اسکا ذکر اپنی

شاعری میں کیا ہے۔ یہاں پر انکے مشہور مرثیہ "قصیدہ نونیہ" کے چند اشعار نقل کئے جارہے ہیں:

یاربّ أمّ وطفلٍ حیلَ بینهما
کما تفرقَ أرواحٌ وأبدانُ

ہائے کتنی ہی ماؤں اور بچوں کے درمیان جدائی ڈال دی گئی جس طرح جسم سے روح کھینچ لی جاتی ہے

وطفلة مثل حسنِ الشمسِ إذ طلعت
کأنما هی یاقوتٌ ومرجانُ

اور کتنی ہی بچیاں جو طلوع ہوتے سورج کی مانند حسین تھیں گویا کہ وہ یاقوت اور مرجان ہوں

یقودُها العلجُ للمکروہ مکرهة
والعینُ باکیة والقلبُ حیرانُ

ایک دشمنِ اسلام اسے اس کی ناپسندیدگی کے باوجود مکروہ کام کیلیئے ہانکتا ہوا لے جاتا ہے اور آنکھ ہے کہ رو رہی ہے اور دل حیران ہے[3]۔

ایک دوسرے مرثئے کے چند اشعار پیش کئے جارہے ہیں جو کسی گمنام شاعر کا ہے، یہ سقوط طلیطلہ پر کہا گیا

مساجدها کنائس، أیُّ قلب
علی هذا یَقرُّ ولا یطیرُ.

اس کی مساجد گرجوں میں بدل گئی ہیں، کون سا دل ہو گا جو اس پر بے قرار ہو کر بکھر نہ جائے۔

اذلت قاصرات الطرف کانت
مصونات مساکنها القصور

اس کی حسین دوشیزائیں جو محلات میں محفوظ تھیں ذلیل ہو کر ہوس کا نشانہ بن گئی ہیں۔

وادرکها فتور فی انتظار
لسرب فی لواحظه القصور

ان میں سے ایک دوشیزہ کھڑی ہے، آنکھیں پتھرا گئی ہیں، وہ ہوس کار گروہوں کی ہوس رانی کا شکار ہونے کی منتظر ہے۔

وکان بنا وبالفتیات اولی
لو انضمت علی الکل القبور

ہمارے اور ان دوشیزاؤں کیلئے بہتر تو یہی ہے کہ ہم سب زمین میں دفن ہو جاتے ![4]

اسی طرح جب چنگیز خان نے سمرقند اور دیگر مسلم شہروں پر حملہ کیا تو لاکھوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا چنانچہ فارسی مورخ جوینی لکھتا ہے کہ جب چنگیز خان نے ارگنج Urgenc شہر پر قبضہ کیا تو اس نے اپنے پچاس ہزار سپاہیوں کو حکم دیا کہ ہر سپاہی ۲۴ مسلمانوں کو قتل کرے اس طرح بارہ لاکھ مسلمانوں کو قتل کیا گیا اور اسکے فوجی جنرل مسلمانوں کو قتل کرنے کے بعد انکی کھوپڑیوں کے مینارے بناتے تھے کیوں کہ جسکا مینارہ اونچا ہوتا تھا تو اسکو زیادہ بڑا انعام ملتا تھا تو ہر جنرل یہ چاہتا تھا کہ میں زیادہ مسلمانوں کو قتل کروں تاکہ میرا میناراہ اونچا ہو، اسی طرح جب منگول نیشاپور پہنچے تو چنگیز خاں کا داماد توکوچار Tokuchar شہر کے محاصرے کے دوران لڑائی میں مارا گیا۔ تاہم تین دن کی لڑائی کے بعد نیشاپور نے ہتھیار ڈال دئے۔ توتوکچار کی بیوہ اور چنگیز خان کی بیٹی نے کہا کہ میں اپنے خاوند کے قتل کا انتقام لینا چاہتی ہوں کسی کو نہ بخشا جائے اور سب کو میری آنکھوں کے سامنے قتل کیا جائے چنانچہ وہ ایک میدان میں بیٹھ گئی اور اسکی آنکھوں کے سامنے قتل وغارت کا بازار گرم کیا گیا اور پورے شہر کی آبادی کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا غصّے کا یہ عالم تھا کہ کتے بلیوں تک کو نہیں بخشا لیکن اللہ کی مدد نہیں آئی اور چنگیز خان کے اوپر دنیا میں کوئی پکڑ نہیں آئی اسی طرح ۱۸۵۷ کے غدر میں ہندوستان میں لاکھوں مسلمانوں کو قتل کر دیا گیا صرف دہلی اور اسکے اطراف میں اور لوگوں کے علاوہ بیس ہزار مسلمان جن میں بہت سے عابد، زاہد اور صوفیاء بھی شامل تھے انکو پھانسی دی گئی لیکن مدد نہیں آئی، کہا جاتا ہے کہ انگریزوں کے پاس پھانسی دینے کے لئے رسّیاں ختم ہو گئیں تو پیڑوں کی شاخوں پر لٹا کر پھانسیاں دی گئیں

ایک موازنہ

اب ہم اپنی تحقیق کا دائرہ اور چھوٹا کرتے ہیں تاکہ نتائج اخذ کرنے میں آسانی ہو۔ ہم اسلامی تاریخ کے دو واقعات کا موازنہ کرتے ہیں ایک تو سقوطِ بغداد کا اور ایک حبیب نجار کا۔ اگر ظاہری اعتبار سے دیکھیں بغداد میں مسلمان لاکھوں کی تعداد میں تھے ایک اندازے کے مطابق بغداد کی آبادی اس وقت ۱۵، لاکھ سے تجاوز کر چکی تھی جس وقت ۱۲۵۸ میں ہلاکو خاں نے بغداد پر حملہ کیا اور حملے میں تقریباً ۱۰ لاکھ لوگ مارے گئے۔ وہاں سب چیزیں موجود تھیں سیکڑوں کی تعداد میں مسجدیں، مدارس، خانقاہیں تھیں لاکھوں کی تعداد میں صلحاء، فضلاء اور اتقیاء تھے لیکن اللہ کی مدد نہیں آئی اور پورے بغداد کی زیادہ تر آبادی کو

قتل کر کے دریائے دجلہ میں ڈال دیا گیا جس سے ہفتوں اسکا پانی سرخ بہتا رہا اور بغداد کی لائبریریوں کی کتابیں جن میں سب سے بڑی بیت الحکمت کی لائبریری تھی جس میں صدیوں پرانی بیش قیمتی کتابوں کا ذخیرہ تھا ساری کتابوں کو دریائے دجلہ میں دریابرد کر دیا گیا جن کی سیاہی سے ہفتوں اسکا پانی سیاہ بہتا رہا۔ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بغداد کی گلیاں لاشوں سے اٹی پڑی تھیں۔ چند دن کے اندر ان سے اٹھنے والے تعفن کی وجہ سے ہلاکو خان کو شہر سے باہر خیمہ لگانے پر مجبور ہونا پڑا۔ اس سلسلے میں ہندوستان کے مشہور مؤرخ سید امیر علی رقمطراز ہیں کہ بچے اور عورتیں ہاتھوں میں قرآن اٹھائے باہر نکلتے اور قران کا واسطہ دیکر اپنی جان کی امان مانگتے کہ خدارا اس قرآن کے واسطے ہی ہمیں بخش دو لیکن سب کو تہہ تیغ کر دیا گیا[5]۔ وہ باپردہ اور نازک مزاج خواتین جنہوں نے کبھی ہجوم کی شکل تک نہیں دیکھی تھی، کو گلیوں میں گھسیٹا گیا۔ ان کے ساتھ بدترین قسم کی بربریت کا مظاہرہ کیا گیا[6]۔ قتل و غارت، عصمت دری اور لوٹ مار کا سلسلہ تقریباً ۳ ہفتوں تک جاری رہا۔ محلّات، مساجد اور عمارتوں کو مسمار کر دیا گیا یا انہیں آگ لگادی گئی اور ان کے سنہری گنبد زمیں ریز ہو گئے۔ مدرسوں اور جامعات کے طلبہ اور اساتذہ کو قتل کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ اسپتالوں میں مریض بھی اس ظلم و ستم سے نہ بچ سکے[7]۔ شیخ سعدی شیرازی نے کہا: "آسمان را حق بُود گر خوں ببارد بر زمیں" (اس واقعہ پر اگر آسمان سے خون کی بارش ہو تو یہ ٹھیک بات ہو گی)۔

خلیفہ کی ہلاکت کے بارے میں کئی کہانیاں مشہور ہیں تاہم زیادہ قرینِ قیاس ہلاکو کے وزیر نصیر الدین طوسی کا بیان ہے جو اس موقعے پر موجود تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ خلیفہ کو چند دن بھوکا رکھنے کے بعد ان کے سامنے ایک ڈھکا ہوا خوان لایا گیا۔ بھوکے خلیفہ نے بے تابی سے ڈھکن اٹھایا تو دیکھا کہ برتن ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا ہے۔ ہلاکو نے کہا، 'کھاؤ'۔ مستعصم باللہ نے کہا: 'ہیرے کیسے کھاؤں؟' ہلاکو نے جواب دیا: 'اگر تم ان ہیروں سے اپنے سپاہیوں کے لیے تلواریں اور تیر بنالیتے تو میں دریا عبور نہ کر پاتا۔' عباسی خلیفہ نے جواب دیا: 'خدا کی یہی مرضی تھی۔' ہلاکو نے کہا: 'اچھا، تو اب میں جو تمھارے ساتھ کرنے جارہا ہوں وہ بھی خدا کی مرضی ہے' ۔ اس نے خلیفہ کو نمدوں میں لپیٹ کر تاکہ زمین پر خون نہ بہے اس کے اوپر گھوڑے دوڑا کر انکے سموں سے کچلوا دیا[8]۔ اس سارے ظلم و ستم کے باوجود ذرا سی بھی اللہ کی مدد نہیں آئی۔

دوسری طرف حبیب نجار کا واقعہ لے لیں پہلے اس سے متعلق سورہ یٰس کی آیات کا ترجمہ پیش کرتے ہیں
"اور شہر کے آخری کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور اسنے کہا اے میری قوم اِن رسولوں کی بات مانو، ان کی بات مانو جو تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتے اور وہ ہدایت پانے والے ہیں۔ اور میرے لیے کیا ہے کہ میں اس کی پرستش نہ کروں جس نے مجھے تخلیق کیا ہے اور اسی کی طرف تم واپس لوٹ کر جاؤ گے۔ کیا میں اس (اللہ) کے سوا اوروں کی عبادت کروں کہ اگر رحمان مجھے تکلیف دینا چاہے تو ان (جھوٹے معبودوں) کی سفارش ذرا بھی میرے کام نہ آئے اور نہ وہ مجھے نجات دلا سکیں۔ بے شک اس وقت میں کھلی گمراہی میں ہوں گا۔ بے شک میں تمہارے رب (اللہ) پر ایمان لایا، میری بات سنو۔ اس سے کہا گیا بہشت میں داخل ہو جا اس نے کہا اے کاش! میری قوم کو بھی معلوم ہو جاتا کہ میرے رب نے مجھے معاف کر دیا اور مجھے اکرام والوں میں کر دیا۔ اور ہم نے اس کی قوم پر اس کے بعد کوئی فوج آسمان سے نہ اتاری اور نہ ہم اتارنے والے تھے۔ صرف ایک ہی چیخ تھی کہ جس سے وہ بجھ کر رہ گئے"[9]۔

یہ واقعہ پورا یہاں نقل نہیں کیا گیا اس میں پیچھے سے نبیوں کا ذکر چلا آرہا ہے کہ اللہ نے ایک قوم کی طرف اسلام کی دعوت دینے کے لئے دو نبیوں کو بھیجا لیکن قوم نے انکی بات نہیں مانی تو پھر اللہ نے انکی مدد کے لئے تیسرے کو بھیجا لیکن قوم نے اسکی بات بھی نہیں مانی اور انکی اذیت کے درپے ہو گئی تو اس شخص یعنی حبیب نجار کو پتہ چلا کہ فلاں جگہ لوگ نبیوں کی مخالفت کر رہے ہیں تو یہ شہر کے کنارے سے دوڑا ہوا آیا۔ اور اس نے اپنی قوم کو دعوت دی۔ جسکا ذکر اوپر کی آیات میں کیا گیا لیکن قوم نے بجائے اسکی بات ماننے کے اس پر حملہ کر دیا اور اسکو اتنا مارا کہ یہ شہید ہو گیا۔ شہادت کے بعد اللہ نے اسکی روح کو حکم دیا کہ تم اپنی جنت میں داخل ہو جاؤ تو اس نے اپنی جنت دیکھ کر کہا کہ اے کاش! میری قوم بھی جان لیتی۔ کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت والوں میں کر دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو بھیجا جس نے اس قوم پر ایسی چیخ ماری کہ پوری قوم ہلاک ہو گئی۔

ایک سوال

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حبیب نجار نے ایسا کون سا عمل کر لیا کہ اللہ نے اسکی شہادت کا فوراً انتقام لے لیا اور اسکے انتقام میں پورے قریے کو ہلاک کر دیا جب کہ سقوط بغداد کے وقت وہاں لاکھوں مسلمان تھے جن میں ہزاروں بڑے درجے کے دیندار مسلمان، شیوخ، صلحاء تھے اور ان سب کو بے

دریغ منگولوں نے قتل کر دیا عورتوں، بچوں، بوڑھوں مریضوں، کسی کو نہیں چھوڑا لیکن منگولوں پر اللہ کا کوئی عذاب نہیں آیا۔

ایک ہی دین کے ماننے والوں کے دو گروہوں کے ساتھ اللہ کا رویہ مختلف کیوں ہے اگر اللہ کی سنت مسلمانوں کی مدد کرنا ہے تو پھر ہر دور کے مسلمانوں کی مدد کرنی چاہئے اور اگر اللہ کو مسلمانوں کی مدد نہیں کرنا ہے تو پھر کسی مسلمان کی بھی مدد نہیں کرنی چاہئے۔ کسی گروہ کی اللہ فوراً مدد کر رہا ہے اگر دشمن نے ایک مسلمان کو بھی شہید کر دیا تو اللہ نے اسکے قتل کی پاداش میں پورے قریے کو ہلاک کر دیا اور مٹھی بھر مسلمانوں کو اپنے سے کئی گنا زیادہ تعداد والے دشمنوں پر غالب کر دیا اور انکی مدد کے لئے فرشتے اتارے جیسا کہ بدر میں، کہ ان فرشتوں کو کفار نے بھی دیکھا اور ایک گروہ کی اللہ بالکل مدد نہیں کر رہا جیسا کہ جب ہلاکو خاں نے بغداد پر حملہ کیا اور لاکھوں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اسی طرح سمرقند، بخارا، ارگنج، مرو میں منگولوں کے حملوں کے دوران کوئی مدد نہیں آئی۔ حالانکہ دونوں گروہ ایک ہی مذہب کے ماننے والے ہیں ایک ہی قرآن کے حامل ہیں ایک ہی نبی کے امتی ہیں وغیرہ۔ اللہ خود قرآن میں کہتا ہے کہ اللہ کی سنت کو تم بدلا ہوا نہیں پاؤ گے لیکن یہاں ایسا نہی لگ رہا ایک ہی مذہب کے ماننے والوں کے ساتھ مختلف سلوک دکھائی دے رہا ہے۔

نتیجہ

ان دو ادوار کے موازنے سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ وہ عمل جو حبیب نجار نے کیا وہ تھا غیر مسلم بھائیوں کو اسلام کی دعوت دینا، انکو اللہ کا پیغام پہنچانا کہ اس نے پوری دردمندی اور خیر خواہی کے ساتھ اپنی قوم کو دین کی دعوت دی حد تو یہ ہے کہ جب قوم نے اسے شہید کر دیا اور اللہ نے اسے جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا تو وہ بجائے اپنی قوم کے لئے بد دعا کرنے کے اور اللہ سے یہ دعا کرنے کے کہ اللہ میری قوم نے مجھے بہت بے رحمی سے قتل کیا ہے تو ان سے میرا انتقام لے تو ان سب باتوں کے بجائے اسے بس یہ فکر تھی کہ اے کاش میری قوم بھی میری جنت دیکھ سکتی تو ہو سکتا ہے وہ بھی ایمان قبول کر لیتی۔ یعنی جس قوم نے اسے بے رحمی سے قتل کیا، مرنے کے بعد بھی اس قوم کو جہنم سے بچانے کی فکر اور تڑپ اسکے دل میں تھی۔ یہ وہ جذبہ ہے جو بغداد کے ایک مسلمان کے پاس بھی نہیں تھا اور بغداد کے ایک مسلمان نے بھی منگولوں کو اسلام کی دعوت نہیں دی حتّٰی کہ جب منگول مسلمانوں کو بے دریغ قتل

کر رہے تھے تب بھی مسلمانوں کو دعوت دینے کا خیال نہیں آیا۔ اگر اس وقت بھی مسلمان دعوت دے دیتے تو اللہ کی پکڑ سے بچ سکتے تھے اور اگر نہ بھی بچتے تب بھی داعی بن کر مرتے اور اللہ کے یہاں داعی کا درجہ پاتے اور منگول اللہ کے سامنے جوابدہ ہوتے کہ میرے بندوں نے تم تک اسلام کا پیغام پہنچایا تھا تم نے کیوں نہیں مانا اور وہ انکار کے مجرم قرار پاتے۔ جب خلیفہ مستعصم باللہ ہلاکو خاں کے چنگل میں پھنس گیا اور موت اسکو اپنے سامنے دکھائی دینے لگی تب بھی اسے یہ خیال نہیں آیا کہ کم سے کم اب تو میں اسے اسلام کی دعوت دے دوں حجت پوری کر دوں، بچنا تو ہے ہی نہیں چاہے دعوت دوں یہ نہ دوں۔ لیکن یہ بات تو مسلمانوں کے ذہن میں دور دور تک تھی ہی نہیں آئی نہ اب ہے، کہ ہماری زندگی کا مقصد لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کی جہنم سے بچانا ہے اور یہی اللہ کی مدد حاصل کرنے کا واحد راستہ ہے۔ قرآن میں جتنی قوموں پر عذاب کا ذکر ہے سب پر دعوت کے بعد ہی عذاب آیا۔ اسی کو قرآن کہتا ہے كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ. وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ أُولَئِكَ الْأَحْزَابُ. إِن كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ[10]۔

" ان سے پہلے قوم نوح اور عاد اور میخوں والا فرعون۔ اور ثمود اور لوطؑ کی قوم اور بن والے بھی جھٹلا چکے ہیں یہی وہ لشکر ہیں۔ ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تھا پس میرا عذاب آموجود ہوا"

آج کے مسلمانوں کو لگتا ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت ہتھیاروں اور فوجوں سے ہو گی یعنی مسلمانوں کے پاس ہتھیار اور فوج کی کمی ہے لیکن سارے انبیاءؑ کے زمانے میں اللہ نے دعوت کے ذریعہ ہی مسلمانوں کی مدد کی اگر ہتھیار اور فوج اسلام کی حفاظت کے لئے ضروری ہوتے تو سارے انبیاءؑ بجائے دعوت کے ہتھیار ہی بنانے کی محنت کرتے حضرت نوحؑ، ھودؑ، صالحؑ، شعیبؑ، ابراھیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ وغیرہ کسی نے بھی ہتھیار اور فوج کا سہارہ نہیں لیا لیکن اللہ نے انکے مقابلے میں آنے والی بڑی بڑی قوتوں کو دعوت کے ذریعہ پاش پاش کیا۔ اسی طرح صحابہؓ کے دور میں وہ جہاں بھی گئے انکے سامنے یہی نصب العین رہتا تھا کہ ہم لوگوں کو بچانے والے بنا کر بھیجے گئے ہیں اسی نیت سے وہ جہاد کرتے تھے بظاہر لگتا تھا کہ وہ جنگیں لڑ رہے ہیں اور مالِ غنیمت حاصل کر رہے ہیں اور حکومتیں قائم کر رہے ہیں لیکن اسکے پیچھے اصل مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہوتا تھا نہ کہ حکومتیں قائم کرنا اور مال و دولت کا حصول۔ اسی لئے وہ جہاں بھی گئے اللہ کی مدد انکے ساتھ رہی کیوں کہ وہ اللہ کا کام کر رہے تھے۔ آج ہم بھی بہت سی جگہ جہاد کر

رہے ہیں مثال کے طور پر فلسطین اور کشمیر میں لیکن ہم اپنی زمینوں کی آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں نہ کہ انکو جہنم سے بچانے کے لئے۔ ہماری دور دور تک یہ نیت نہیں ہے کہ ہمیں اسرائیل کے یہودیوں کو جہنم سے بچانا ہے یہ کشمیر میں ہندوستانیوں کو جہنم سے بچانا ہے۔ ہم اپنے فائدے کے لئے لڑ رہے ہیں نہ کے انکے فائدے کے لئے۔

لیکن آج مسلمان کو خود ہی دعوت کی طاقت کا اندازہ نہیں ہے کہ اللہ نے مجھے دعوت کا کام دیکر کتنی طاقت عطاء کر دی ہے اگر ہم نے اب بھی دعوت کا کام نہ کیا تو پھر ویسے ہی حالات پیش نہ آجائیں جو دعوت نہ دینے والے مسلمانوں کے ساتھ پیش آتے رہے ہیں جن میں سے کچھ کا ذکر اوپر کیا گیا ۔ اللہ کا اٹل قانون ہے کہ بغیر دعوت کے اللہ کسی قوم پر عذاب نہیں بھیجتا قرآن میں بے شمار آیات اس مضمون کی موجود ہیں یہاں پر ہم صرف چند آیات پیش کرتے ہیں۔

- وَمَا أَهلكنا ا مِن قَرْيَةٍ إِلَّا لها مُنذِرُون[11]۔ "اور ہم نے ایسی کوئی بستی ہلاک نہیں کی جس میں ڈرانے والے نہ آئے ہوں"
- إِن كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ[12]۔ "ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تھا پس میرا عذاب آموجود ہوا"
- وَلَوْ أَنَّا اهَلَكْنَاهم بِعَذَابٍ مِّن قَبْله لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ مِن قَبْلِ أَن نَّذِلَّ وَنَخْزَىٰ[13]۔ "اور اگر ہم انہیں اس سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو کہتے اے ہمارے رب تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تاکہ ہم ذلیل وخوار ہونے سے پہلے تیرے حکموں پر چلتے"
- فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِم فَاخَذَهم أَخْذَةً رَّابِيه[14]۔ " پس انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اللہ نے انہیں سخت پکڑ لیا"

ان سب آیات میں اور انکے علاوہ بے شمار آیات میں اللہ نے واضح طور پر اپنی سنت بیان فرمادی کہ میں جب تک غیر مسلموں پر عذاب نہیں بھیجوں گا جب تک کہ ان کو اللہ کا پیغام نہ پہنچا دیا جائے۔ اسکے علاوہ

مسلمانوں کا انتقام بھی غیر مسلموں سے نہیں لونگا جب تک کہ وہ غیر مسلم دعوت کے انکار کے مرتکب نہیں ہونگے یہ دعوت کو جھٹلائیں گے نہیں۔

کچھ غلط فہمیاں

جب بھی مسلمانوں پر کوئی برا وقت آتا ہے اور دشمن ان پر حملہ کرتا ہے تو دو غلط فہمیوں سے بہت بڑا نقصان ہوتا ہے ایک غلط فہمی تو یہ ہوتی ہے کہ اللہ ظالموں پر انکے ظلم کی وجہ سے عذاب بھیجے گا اور انکو ہلاک کریگا۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ کبھی بھی کفار و مشرکین پر انکے ظلم کی وجہ سے عذاب نہیں بھیجتا بلکہ ظلم کی وجہ سے اللہ ان میں اپنے کسی رسول یہ داعی کو بھیجتا ہے جو انکو اللہ کا پیغام پہنچاتا ہے اور جب وہ اسکی دعوت کا انکار کر دیتے ہیں اور اسکو جھٹلا دیتے ہیں تب اللہ ان پر اپنا عذاب بھیجتا ہے۔ ظالم لوگ چاہے مسلمانوں پر کتنے ہی ظلم کر رہے ہوں لیکن اللہ بغیر دعوت کے ان پر عذاب نہیں بھیجتا یہ اللہ کی اٹل سنت ہے جس کو اللہ نے قرآن میں سیکڑوں جگہ بیان کیا ہے جن میں سے ایک آیت یہ ہے **ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانَتۡ تَّاۡتِيۡهِمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوۡا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِىٌّ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ**[15]۔

اور دوسری غلط فہمی یہ ہوتی ہے کہ مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے عبادات میں کوتاہی ہو رہی ہے اس لئے ہمارے اوپر پریشانی آرہی ہے اسلئے وہ عبادات کی طرف تو متوجہ ہو جاتے ہیں لیکن دعوت کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔ جسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حالات سدھرتے ہی لوگ پھر سے غافل ہو جاتے ہیں اور مسجدیں خالی ہو جاتی ہیں، کیونکہ وہ دعوت پر کھڑے نہیں ہوئے تھے انکو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ بغیر دعوت کے اللہ ہمارا انتقام نہیں لیگا اور ظالموں پر اللہ کا عذاب نہیں آئیگا۔ لیکن شیطان ہمارے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر ہم انکو دعوت دینے لگیں گے تو حالات اور خراب ہو جائیں گے ایک تو پہلے ہی وہ مسلمانوں پر مظالم ڈھارہے ہیں اور اگر ہم نے دعوت دینا شروع کر دی تو ظلم اور زیادہ بڑھ جائیگا اور انکو ایک نیا بہانہ مل جائیگا مسلمانوں کے خلاف ظلم اور پروپگنڈہ کرنے کا۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے ہر زمانے میں اللہ نے دعوت کے بعد ہی مسلمانوں کی مدد کی اور انکے دشمن کو ہلاک کیا۔ تو اور اعمال میں جڑنے کے ساتھ ساتھ ہم اسلام کی دعوت کا بھی اہتمام کریں بغیر اسکے اللہ اپنا عذاب ظالموں پر نہیں بھیجے گا۔ **وما کنّا معزبین حتیٰ نبعث رسولا**[16]۔ اور ہم عذاب نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے۔ نہ

ہی بغیر دعوت کے ہمارا انتقام لیگا فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ[17]۔" پھر ہم نے ان سے انتقام لیا پھر دیکھ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔" لیکن اسکا مطلب یہ بھی نہیں کہ ہم حالات خراب ہونے کا انتظار کریں کہ جب حالات خراب ہونگے تب ہم انکو دعوت دیں گے، پر امن حالات میں بھی دعوت دیں کیوں کہ پر امن حالات میں دعوت دینا آسان بھی ہوتا ہے اور اگر ہم پر امن حالات میں دعوت دیں گے تو حالات انشااللہ بگڑیں گے ہی نہیں۔

سفارشات

☆ اوپر کی بحث سے کافی حد تک صاف ہو چکا ہے کہ بغیر دعوت کے مسلمانوں کا اس دنیا میں کامیاب ہونا بہت مشکل ہے کیوں کہ اللہ کی مدد جب ہی آئیگی جب ہم دعوت کی شرط پوری کر دیں گے۔ خواہ مسلمان اقلیت میں ہوں یا اکثریت میں۔ جہاں بطورِ اقلیت رہ رہے ہیں وہاں پر تو حضور ﷺ کی مکی زندگی کی دعوتی سرگرمیاں ہمارے لئے نمونہ ہے کیوں کہ مسلمان مکہ میں اقلیت میں تھے۔

☆ جہاں مسلمان بطورِ اکثریت رہ رہے ہیں وہاں پر تو دعوت بہت آسان ہے بلکہ مسلم ممالک اپنے یہاں دعوتی سرگرمیوں کا مرکز بناسکتے ہیں جہاں سے پوری دنیا میں دعوت پہنچے۔ اِن مسلم ممالک کی جو دوسرے ممالک میں سفارتیں Embassies ہیں انکے ذریعہ بھی دعوتی کام آسانی سے ہو سکتا ہے کیوں کہ انکو سفارتی تحفظ Diplomatic immunity حاصل ہوتا ہے۔

☆ مدینے میں حضور ﷺ نے مختلف ممالک کے بادشاہوں کے پاس خطوط کے ذریعے اسلام کی دعوت پہنچائی تو خطوط کے ذریعہ بھی اسلام کی دعوت دی جاسکتی ہے اور آج کے زمانے میں خطوط کے قائم مقام مسیج message ، واٹس ایپ whatsapp ، فیس بک facebook، ٹویٹر twitter، یو ٹیوب youtube، انسٹا گرام instagram اور ای میل email ہیں انکے ذریعے بھی اسلام کی دعوت آسانی سے دی جاسکتی ہے اس میں کوئی خطرہ بھی نہیں ہے۔

☆ اسی طرح میڈیا کے ذریعہ جیسے اخبارات، جرائد اور ٹی وی چینل کے ذریعہ بھی اسلام کے دعوت غیر مسلم بھائیوں تک پہنچائی جاسکتی ہے۔

☆ سب سے بڑا ذریعہ اخلاق ہیں کہ بجائے ان سے نفرت کرنے اور انکو اپنا دشمن سمجھنے کے ہمیں ان سے ہمدردی ہونی چاہئے اور انکے اوپر ترس آنا چاہئے انکو جہنم سے بچانے کی فکر کریں۔

حوالہ جات

[1] Muhammmda bin Jarir Tabari, Tareekh e Tabari (Urdu Translation) Nafis Academy Urdu Bazar Karacha, (Translated by Syed Muhammad Ibraheem Nadwi), 2004, Vol 2, Pp.387-388. Also can see on http://alhassanain.org/urdu/?com=book&id=253&page=291 01/10/2019.
[2] Taqi Usmani, Jahaane Deedah (Urdu), Maktaba Maariful Quran Karachi, 2010. P. 106.
[3] Dr. Zahoor Ahmad Azhar, Marsiya-e-Seqalliya par ek nazar(Urdu), Bazme Iqbal, Lahore, 1992, https://www.urduweb.org/mehfil/threads/%D9%85%D8%B1%D8%AB%DB%8C%DB%81-%D8%A7%D9%86%D8%AF%D9%84%D8%B3.91640/ 22/10/2019.
[4] Ibid.
[5] Syed Ameer Ali, A Short History of the Saracens, Macmillan and Company Ltd. London, 1900, P. 398.
[6] https://www.nawaiwaqt.com.pk/16-Apr-2018/806007 01/10/2019.
[7] https://www.nawaiwaqt.com.pk/16-Apr-2018/806007 01/10/2019.
[8] https://www.bbc.com/urdu/world-43001821 01/10/2019.
[9] Yaseen, 36:20-29
[10] Suaad, 38:12-14
[11] Al-shooara, 26:208
[12] Suaad , 38:14
[13] Tahaa, 20:134
[14] Al-haaqqaa, 69:10
[15] Al-Momin, 40:22
[16] Bani israeel, 17:15
[17] Al-zukhruf,43:25